شرکۃالوجوہ

(دوسری قسط)

مفتی وزیر احمد صاحب......جامعہ ضیائے مدینہ لیہ

اختلافِ دین اور شراکت؟

کثیرالجہات حاجات کی بناپرمسلمانوں کوکافروں سے ''شرکت الوجوہ'' کے تحت شراکت داری کا معاملہ کرناپڑتا ہے۔

۱۔ مسلمان جس شہر میں کاروبارکرنا چاہتاہے وہاں کفارکااتنااثرورسوخ ہے کہ کافرشریک کوا س کی وجاہت سے وہاں کی مصنوعات بآسانی قرض پرمل جائیں گی اورمسلمان شریک کواس امر میں دشواری کا سامنا کرناپڑے گا۔

۲۔ مسلمان جن اشیاء کا کسی شہرمیں مرکزی سطح پرکاروبارکرناچاہتاہے،ان اشیاء کی دیکھ بھال،فروخت،اور''فنی وتکنیکی''خرابی دورکرنے کاصحیح معنی تجربہ اس شہر کے کفارکوہے۔

۳۔ مختلف النوع گاڑیاں اورجدیدایجادات کے تمام موجدین کے ہاں مسلمانوں کی وجاہت نہیں، بلکہ بعض کے ہاں کفارکی ساکھ ہے،جب تک ایک جنس کی تمام انواع شوروم پرنصب نہیں ہونگی اتنے تک کاروبار ماندرہے گااورکافرکی وجاہت سے غیرموجوداقسام ادھارپرمل جائیں گی،کاروبار بھی ارتقائی مراحل میں آئے گا۔

مذکورہ دشواریوں کے علاوہ عام حالات میں بھی اگرکوئی مسلمان غیرمسلم کوشریک بناناچاہے تواس کے متعلق امام ابوحنیفہ اورامام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں''مسلمان اورذمی کے درمیان مفاوضہ ناجائزہے اورعنان جائزہے''۔امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں''مسلمان اورذمی کے مابین مفاوضہ بھی جائزہے۔''

طرفین رحمہما اللہ کی عدم جوازکی دلیل یہ ہے:

☆عضوگرترکنی روانبود ☆ راندن آب جزروانبود☆

''مسلمان اور ذمی کے درمیان مفاوضہ اس لئے ناجائز ہے کہ'' تساوی فی التصرف کی شرط مفقود ہے'' اور امام ابویوسف رحمہ اللہ جواز کی دلیل یہ پیش فرماتے ہیں'' کہ مسلمان اور کافر کے درمیان ''مفاوضہ'' اس لئے جائز ہے ۔کیونکہ وہ دونوں ''وکالت اور کفالت'' کی اہلیت میں یکساں ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان اور مرتد کے درمیان مفاوضہ جائز نہیں، کیونکہ مرتد کی جمیع تصرفات موقوف ہوتی ہیں، لہٰذا اس کے مسلمان کے ساتھ تصرفات میں عدم مساوی ہونے کی وجہ سے ''مفاوضہ'' میں شرکت نادرست ہے۔امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔مسلمان اور مرتد کے درمیان ''مفاوضہ'' صحیح نہیں ہے۔کیونکہ ''مفاوضہ'' علی الاطلاق کفالت کی مقتضی ہے (اس میں ثلث ،ربع کی کوئی قید نہ ہے جبکہ)مرتد اس مریض کے بمنزل ہے جو مرض وفات میں ہے اور ایسے مریض کی وصیت فقط ایک ثلث صحیح ہوتی ،اس سے زاید نہیں۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ ''ذمی اور مرتد'' کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان ''مفاوضہ'' کا جواز ہے،مگر مسلمان اور مرتد کے درمیان ''مفاوضہ'' کا عدم جواز ہے ۔کیونکہ مرتد کی ملک ناقص ہے،اس کی ملک اور تصرف کے ناقص ہونے کی وجہ سے وہ بمنزل ''مکاتب'' کے ہے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ: مسلمان کی کافر،ذمی اور مرتد کے مابین ''شرکت'' کے جواز اور عدم جواز سے متعلق لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا الْعُمُوْمُ فِی الْمُفَاوَضَةِ: وَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ فِی جَمِيْعِ التِّجَارَاتِ وَلَا يَخْتَصُّ أَحَدُهُمَا بِتِجَارَةٍ دُوْنَ شَرِيْكِهٖ

لِمَا فِی الْاِخْتِصَاصِ مِنْ اِبْطَالِ مَعْنَى الْمُفَاوَضَةِ وَهُوَ الْمُسَاوَاةُ وَعَلَى هٰذَا يَخْرُجُ قَوْلُ أَبِی حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا الرَّحْمَةُ: اَنَّهُ لَا تَجُوْزُ الْمُفَاوَضَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَبَيْنَ الذِّمِّیِّ، لِأَنَّ الذِّمِّیَّ يَخْتَصُّ بِتِجَارٍ ةٍلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ لِلْمُسْلِمِ وَهِیَ التِّجَارَةُ فِی الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ فَلَمْ يَسْتَوِيَا فِی التِّجَارَةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعْنَى الْمُفَاوَضَةِ وَعِنْدَ أَبِی يُوْسُفَ يَجُوْزُ لِاسْتِوَائِهِمَا فِی أَهْلِيَّةِ الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ وَتَجُوْزُ مُفَاوَضَةُ الذِّمِّيَّيْنِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِی التِّجَارَةِ.

''مفاوضہ'' (کی شرائط میں سے ہے کہ اس) میں عموم ہو: اور اس میں عموم یہ ہے کہ وہ جمیع

تجارات میں ہو اور شریکین میں سے کوئی ایک کسی تجارت کے ساتھ اپنے شریک کے سوا مختص نہ ہو، کیونکہ اختصاص کی صورت میں ''مفاوضہ'' کے معنی کا ابطال لازم آئے گا اور ''مفاوضہ'' کا معنی مساوات ہے اسی بنا پر امام اعظم ،ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں ''مفاوضۃ مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں ۔ کیونکہ ذمی ایسی تجارت کرسکتا ہے جو مسلمان کے لئے جائز ہی نہیں جیسے شراب اور خنزیر کی تجارت ۔لہذا مسلمان اور ذمی تجارت میں یکساں نہ ٹھہرے ،مفاوضہ کا معنی بھی متحقق نہ ہوگا۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک (ذمی اور مسلمان کے مابین شرکت مفاوضہ) جائز ہے کیونکہ ''وکالت اور کفالت کی اہلیت'' میں دونوں برابر ہیں اور دو ذمیوں کے درمیان مفاوضہ درست ہے کیونکہ دونوں تجارت میں برابر ہیں۔

وَأَمَّا مُفَاوَضَةُ الْمُسْلِمِ وَالْمُرْتَدِّ ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ: أَنَّهَا غَيْرُ جَائِزَةٍ، وَكَذَا رَوَى عِيسَى بْنُ أَبَانَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ تَصَرُّفَاتِ الْمُرْتَدِّ مُتَوَقِّفَةٌ عِنْدَهُ لِوُقُوفِ أَمْلَاكِهِ فَلَا يُسَاوِي الْمُسْلِمُ فِي التَّصَرُّفِ فَلَا يَجُوزُ، كَمَا لَا تَجُوزُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ. وَذَكَرَ مُحَمَّدٌ فِي "الْأَصْلِ" وَقَالَ: قِيَاسُ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ، يَعْنِي قِيَاسُ قَوْلِهِ فِي الذِّمِّيِّ. وَلِأَبِي يُوسُفَ: أَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ إِنَّ مِلْكَ الْمُرْتَدِّ نَاقِصٌ لِكَوْنِهِ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ، أَلَا تَرَى أَنَّ قَاضِيًا لَوْ قَضَى بِبُطْلَانِ تَصَرُّفِهِ وَزَوَالِ مِلْكِهِ يَنْفُذُ قَضَاؤُهُ وَإِذَا كَانَ نَاقِصَ الْمِلْكِ وَالتَّصَرُّفِ نُزِّلَ مَنْزِلَةَ الْمُكَاتَبِ بِخِلَافِ الذِّمِّيِّ. وَلَوْ فَاوَضَ مُسْلِمٌ مُرْتَدَّةً ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ أَنَّهَا لَا تَجُوزُ وَقَالَ الْقُدُورِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَهُوَ ظَاهِرٌ عَلَى أَصْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، لِأَنَّ الْكُفْرَ عِنْدَهُمَا يَمْنَعُ انْعِقَادَ الْمُفَاوَضَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ.

اور بہر حال مسلمان اور مرتد کے مابین ''مفاوضۃ'' امام کرخی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ناجائز ہے اور عیسی ابن ابان نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ''مرتد کی املاک کے وقوف کی وجہ سے اس کے تصرفات بھی موقوف ہوں گے لہذا مرتد تصرف میں مسلمان کے برابر نہیں ہوگا (تو مفاوضہ میں اس کے ساتھ شرکت) بھی جائز نہیں جیسا کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ ''ذمی'' کے متعلق امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر قیاس کرتے ہوئے (مسلمان اور مرتد کے مابین مفاوضہ) جائز ہونی چاہیے (جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ''مرتد'' کو ذمی پر قیاس نہیں کرتے)

اورامام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ''وہ ذمی اور مرتد کے درمیان اس حیثیت سے فرق کرتے ہیں''مرتد کی ملک ناقص ہے کیونکہ وہ زوال کے قریب ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ اگر قاضی اس کے تصرف کے بطلان اور ملک کے زوال کا فیصلہ کردے تو اس کی قضا نافذ ہوگی۔اور جب ملک اور تصرف ناقص ہوا تو وہ بمنزل مکاتب کے ہے بخلاف ذمی کے۔امام کرخی نے یہ ذکر کیا ہے کہ''اگر مسلمان مرتدہ سے مفاضہ کرے تو ناجائز ہے۔ اور قدوری رحمہ اللہ نے یہ کہا: وہ طرفین رحمہما اللہ کی دلیل پر ظاہر ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک کفر مسلمان اور کافر کے درمیان مفاوضہ کے منعقد ہونے کے لئے مانع ہے۔

(وَأَمَّا)أَبُويُوسُف فَالْكُفْرُعِنْدَهُ غَيْرُمَانِعٍ وَإِنَّمَاالْمَانِعُ نُقْصَانُ الْمِلْكِ وَالتَّصَرُّفِ وَهٰذَالَايُوجَدُفِي الْمَرْأَةِ وَأَمَّامُفَاوَضَةُ الْمُرْتَدَّيْنِ أَوْشَرِكَتِهِمَاشَرِكَةَ الْعِنَانِ فَذٰلِكَ مَوْقُوفٌ عِنْدَأَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَاأَصْلُهُ فِي عُقُودِالْمُرْتَدِّأَنَّهَامَوْقُوفَةٌ،فَإِنْ أَسْلَمَاجَازَعَقْدُهُمَاوَإِنْ قُتِلَاعَلَى رِدَّتِهِمَاأَوْمَاتَاأَوْلَحِقَابِدَارِالْحَرْبِ بَطَلَ وَأَمَّاعَلَى قَوْلِهِمَافَشَرِكَةُ الْعِنَانِ جَائِزَةٌ لِأَنَّ عُقُودَهُمَانَافِذَةٌ.(وَأَمَّا)مُفَاوَضَتُهُمَافَقَدْذَكَرَالْقُدُورِي رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ يَنْبَغِي أَن لَّايَجُوزَوَأَمَّاعِنْدَأَبِي يُوسُفَ:فَلِأَنَّ نُقْصَانَ الْمِلْكِ يَمْنَعُ الْمُفَاوَضَةَ كَالْمُكَاتَبِ.وَمِلْكُهُمَانَاقِصٌ لِمَاذَكَرْنَافَصَارَاكَالْمُكَاتَبَيْنِ وَأَمَّاعِنْدَمُحَمَّدٍ:فَلِأَنَّ الْمُرْتَدَّعِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِالْمَرِيضِ مَرَضَ الْمَوْتِ وَكَفَالَةُ الْمَرِيضِ مَرَضَ الْمَوْتِ لَاتَصِحُّ إِلَّامِنَ الثُّلُثِ وَالْمُفَاوَضَةُ تَقْتَضِي جَوَازَالْكَفَالَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَإِنْ شَارَكَ مُسْلِمٌ مُسْلِمًا ثُمَّ ارْتَدَّأَحَدُهُمَافَإِنْ قُتِلَ أَوْمَاتَ أَوْلَحِقَ بِدَارِالْحَرْبِ بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ وَإِنْ رَجَعَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَهُمَاعَلَى الشَّرِكَةِ لِأَنَّهُ إِذَا قُتِلَ أَوْمَاتَ أَوْلَحِقَ بِدَارِالْحَرْبِ زَالَتْ أَمْلَاكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ مِنْ حِينِ ارْتَدَّفَكَأَنَّهُ مَاتَ فَبَطَلَتْ شَرِكَتُهُ وَإِنْ أَسْلَمَ فَقَدْزَالَ التَّوَقُّفُ وَجُعِلَ كَأَنَّ الرِّدَّةَ لَمْ تَكُنْ وَلِهٰذَاقَالَ أَبُوحَنِيفَةَ:إِنَّ الْمُرْتَدَّمِنْهُمَاإِذَاأَقَرَّثُمَّ قُتِلَ لَمْ يَلْزَمْ إِقْرَارُهُ شَرِيكَهُ لِأَنَّ الْمِلْكَ يُحْكَمُ بِزَوَالِهِ مِنْ وَقْتِ الرِّدَّةِ فَقَدْأَقَرَّبَعْدَبُطْلَانِ الشَّرِكَةِ

اور بہرحال امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کفر مانع نہیں ،مانع ملک اور تصرف کا نقصان ہے اور یہ زن میں مفقود ہے۔مرتد شریکین کا''شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان''(پرعقد) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عقود مرتد کے اصل کے مطابق موقوف ہے،مرتد شریکین اگر اسلام

☆گر تو مسح از سر غسل گیری ☆ مسح گردن از یں قبل گیری☆

لے آئیں تو ان کا عقد جائز ہوگا، اگر ارتداد پر قتل کئے جائیں یا مرجائیں، دارالحرب میں چلے جائیں تو پھر باطل ہوجائے گا، اور صاحبین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق مرتدین کے مابین شرکت العنان جائز ہے۔ کیونکہ ان کے عقود نافذ ہیں۔ اور ان کی شرکت مفاوضہ امام قدوری رحمہ اللہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ لائق اور مناسب یہی ہے کہ ناجائز ہے۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ملک میں کمی اور نقصان مکاتب کی طرح ''مفاوضہ'' کے لئے مانع ہے۔ اور (مرتدین) کی ملک ! مذکورہ دلیل کی بناپر ناقص ہے تو ایسے شریکین مکاتبوں کی مثل ہوجائیں گے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ''مرتد'' بمنزل مرض الموت میں مبتلا مریض کے ہے اور مرض وفات میں مریض کی کفالت ایک ''ثلث'' کی حد تک صحیح ہے۔ ''مفاوضہ'' علی الاطلاق کفالت کی مقتضی ہے (نہ کہ بقدر تہائی)۔

دو مسلمان اگر شرکت کریں، پھر ان میں سے ایک مرتد ہوجائے (پھر ارتداد کی وجہ سے) وہ قتل ہوجائے یا مرجائے، دارالحرب چلا جائے تو شرکت باطل ہوجائے گی، ہاں اس سے قبل لوٹ آئے تو دونوں شرکت پر ہوں گے۔ کیونکہ مرتد جب قتل کردیا جائے یا طبعی موت مرجائے، دارالحرب میں لاحق ہوجائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی املاک ارتداد کے وقت سے باطل ہوجائیں گی ۔گویا کہ وہ مرگیا ہے اور اسکی شرکت باطل ہوگئی ہے، ہاں اگر وہ اسلام لے آئے تو توقف زائل ہوجائے گا اور اس کا ارتداد کالعدم قرار دیا جائے گا، اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں شریکین میں سے مرتد جب اقرار کرے پھر قتل کیا جائے تو اس کا اقرار اس کے شریک کو لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ ملک کے ختم ہونے کا حکم وقتِ ردۃ سے لگایا جائے گا اور اس نے بطلانِ شرکت کے بعد اقرار کیا ہے۔

وَاَمَّا عَلٰی قَوْلِهِمَا: فَاِقْرَارُهُ جَائِزٌ عَلٰی شَرِیْكِهٖ وَكَذَا بَیْعُهُ وَشِرَاؤُهُ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ عِنْدَهُمَا اِنَّمَا بَطَلَتْ بِالْقَتْلِ اَوْبِاللِّحَاقِ فَكَانَتْ بَاقِیَةً قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَفَذَ تَصَرُّفُهُ وَاِقْرَارُهُ وَیُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یُشَارِكَ الذِّمِّیَّ لِاَنَّهٗ یُبَاشِرُ عُقُوْدًا لَاتَجُوْزُ فِی الْاِسْلَامِ فَیَحْصُلُ كَسْبُهٗ مِنْ مَحْظُوْرٍ فَیُكْرَهُ وَلِهٰذَا كُرِهَ تَوْكِیْلُ الْمُسْلِمِ الذِّمِّیَّ وَلَوْشَارَكَهٗ شَرِكَةَ عِنَانٍ جَازَ كَمَالَوْوَكَّلَهٗ.

اور صاحبین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کا اقرار اپنے شریک پر جائز ہے اور ایسے ہی اس کی خرید وفروخت کیونکہ ''شرکت'' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک قتل یا دارالحرب

میں چلے جانے سے باطل ہوتی ہے،اس سے پہلے باقی ہوگی ،اسکا تصرف اوراقرار بھی نافذ ہونگے ۔اور مسلمان کی ذمی سے شراکت داری مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ ایسی عقود کریگا جو اسلام میں ناجائز ہیں تو اس کا کسب محظور سے حاصل ہوگا اوراسی لئے مسلمان کو ذمی وکیل کرنا مکروہ ہے البتہ شرکت عنان میں اس سے شراکت داری جائز ہے جیسا کہ اسے وکیل کرنا۔

(بدائع الصنائع :۸۱/۵: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبداللہ بن تمرتاشی رحمہ اللہ اورعلامہ علاءالدین حصکفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(یَسْتَلْزِمُ التَّسَاوِیْ فِی الدِّیْنِ)وأَجَازَهَاأَبُوْيُوْسُفَ مَعَ اِخْتِلَافِ الْمِلَّةِ مَعَ الْكَرَاهَةِ(فَلَاتَصِحُّ)مُفَاوَضَةً وَإِنْ صَحَّتْ عِنَانًا(بَيْنَ حُرٍّوَعَبْدٍ)وَلَوْمُكَاتَبًاأَوْمَأْذُوْنًا(وَصَبِيٍّ وَبَالِغٍ وَمُسْلِمٍ وَكَافِرٍ) لِعَدَمِ الْمُسَاوَاةِ

(مفاوضہ شریکین کے درمیان) دین میں تساوی کو مستلزم ہے ،امام ابو یوسف رحمہ اللہ ملت میں اختلاف کے باوجود(شریکین کے مابین مفاوضہ) کے کراہت کے ساتھ جواز کے قائل ہیں ۔آزاداورغلام کے درمیان اگر چہ مکاتب یاماذون ہو،بچے اور بالغ کے درمیان،مسلمان اورکافر کے درمیان مفاوضہ صحیح نہیں عدم مساوات کی وجہ سے ،اگر چہ''عنان'' صحیح ہے۔

(تنویرالابصار،درمختارمع شامی،۳۶۹/۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْكَافِرَإِذَااشْتَرَى خَمْرًاأَوْخِنْزِيْرًا لَايَقْدِرُالْمُسْلِمُ أَنْ يَبِيْعَهُ وَكَالَةً مِنْ جِهَتِهٖ فَيَفُوْتُ شَرْطُ التَّسَاوِیْ فِی التَّصَرُّفِ

کیونکہ کافرجب شراب یاخنزیرخریدے گاتو مسلمان(شریک) کافر کی جانب سے وکالتاً اس کی بیع پرقادرنہیں ہوگا تو تساوی فی التصرف کی شرط فوت ہوجائے گی۔ (فتاوی شامی،۳۶۹/۳: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

معروف محقق علامہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

وعَلٰى هٰذَايُفْهَمُ سَبَبُ اشْتِرَاطِ أَبِیْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍأَنْ تَكُوْنَ الْمُفَاوَضَةُبَيْنَ مُسْلِمَيْنِ ،فَلَاتَصِحُّ بَيْنَ مُسْلِمٍ وَكَافِرٍ؛لِأَنَّ الْكَافِرَالذِّمِّیَ مَثَلًايَخْتَصُّ بِتِجَارَةٍلَاتَجُوْزُلِلْمُسْلِمِ وَهِیَ تِجَارَةُ الْخَمْرِوَالْخِنْزِيْرِ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ تَجُوْزُالْمُفَاوَضَةُ

بَيْنَ مُسْلِمٍ وَكَافِرٍ لِاسْتِوَاءِهِمَافِيْ اَهْلِيَّةِ الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ...اَنَّهَاتَجُوْزُبَيْنَ الْمُسْلِمِ وِالذِّمِّي لِاَنَّهٗ لَاتُشْتَرَطُ الْمُسَاوَاةُ فِيْ شِرْكَةِ الْعِنَانِ

(مفاوضہ کامعنی چونکہ مساوات ہے)اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ"امام ابوحنیفہ اورامام محمدرحمہما اللہ کا یہ شرط لگانا"مفاوضہ"دومسلمانوں کے درمیان ہواس کا سبب(یہی معنی ہے)لھذا مسلمان اورکافر کے درمیان"مفاوضہ"صحیح نہیں ہوگی کیونکہ کافرذمی ایسی تجارت سے کرتا ہے جومسلمان کے لئے ناجائز ہے اوروہ شراب اورخنزیر کی تجارت ہے۔اورامام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں"مفاوضہ"مسلمان اورکافر کے درمیان جائز ہے۔ کیونکہ وہ دونوں"وکالت اورکفالت" کی اہلیت میں یکساں ہیں۔(عنان)مسلمان اورذمی کے مابین صحیح ہے کیونکہ"شرکت العنان"میں مساوات کی شرط نہیں ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/۷-۶۰۶،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نفع بقدر ملک ہوگا۔

اگرشریکین"شرکت الوجوہ"کی قسم مفاوضہ کے تحت عقدشرکت کریں گے توپھرنفع ملک کے فیصد کے اعتبار سے ہوگا،جس شریک کی اشیاءمشتریات میں جتنی ملکیت ہوگی اتناوہ نفع لے گا،یوں نہیں کہ ملکیت اس کی نصف ہواورنفع تین حصے لے،شریکین اگراس طرح شرکت کریں توعقدشرکت فاسدہوگااورشریکین کانفع میں استحقاق بقدرملک ہوگا،کیونکہ منافع کاحقدارہوناتین وجوہ سے ہوتا ہے۔مال،عمل اورضمان سے۔

شرکت الوجوہ میں نفع کااستحقاق ضمان کی وجہ سے ہے اورضمان کی بدولت نفع کاجوازعقلاًنقلاً اگرچہ پایہ ثبوت کو پہنچاہواہے،مگرنفع کی مقداربقدرملک ہونابھی بعیدازقیاس نہیں ۔چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ"

منافع ضمان کی وجہ سے ہیں۔(بدائع الصنائع:۸۲/۵:مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لَايَجُوْزُاَنْ يَكُوْنَ الرِّبْحُ مُخَالِفًالِقَدْرِالْمِلْكِ وَعِبَارَةُ الْكَنْزِوَاِنْ شَرَطَامُنَاصَفَةَ

الْمُشْتَرىٰ أَوْمُثَالَثَةً فَالرِّبْحُ كَذَالِكَ وَبَطَلَ شَرْطُ الْفَضْلِ اه قَالَ فِي النهرلِاَنَّ اِسْتِحْقَاقَ الرِّبْحِ فِيْ شِرْكَةِ الْوُجُوْهِ بِالضَّمَانِ وَهُوَقَدْرُالْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرىٰ فَكَانَ الرِّبْحُ الزَّائِدُعَلَيْهِ رِبْحَ مَالَمْ يُضْمَنْ بِخِلَافِ الْعِنَانِ فَاِنَّ التَّفَاضُلَ فِي الرِّبْحِ فِيْهَامَعَ التَّسَاوِىْ فِي الْمَالِ صَحِيْحٌ لِاَنَّهَافِي مَعْنَى الْمُضَارَبَةِ مِنْ حَيْثُ اِنَّ كُلًّامِنْهُمَايَعْمَلُ فِيْ مَالِ صَاحِبِهٖ فَالْتَحَقَتْ بِهَا.

نفع کا مشتری کی مقدار سے کم وبیش ہونا جائز نہیں اور کنز میں ہے اگر شریکین نے خرید کی جانے والی اشیاء میں مناصفہ یا مثالثہ کی شرط لگائی تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور زائد کی شرط باطل ہوگی اورنہر میں (اسکی دلیل یہ دی گئی) ہے ''شرکت الوجوہ'' میں نفع کا استحقاق ''ضمان کی وجہ سے ہے اور ضمان مشتری میں بقدر ملک ہوتی ہے تو (ملک سے) زائد نفع طے کرنا غیر مضمون چیز کا نفع ہے۔

البتہ (شرکت الوجوہ کی قسم) ''عنان'' میں مال میں برابری کے باوجود نفع میں زیادتی صحیح ہے۔ کیونکہ (عنان) معنیٰ کے لحاظ سے مضاربت ہے چونکہ شریکین میں ہرایک اپنے پتی دار کے مال میں عمل کرتا ہے۔تو عنان مضاربت کے ساتھ لاحق ہوگئی۔

(فتاویٰ شامی:۳/۳۸۲،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَهٰذَالِاَنَّ الرِّبْحَ لَايُسْتَحَقُّ اِلَّابِالْمَالِ اَوْبِالْعَمَلِ اَوْبِالضَّمَانِ فَرَبُّ الْمَالِ يَسْتَحِقُّهٗ بِالْمَالِ وَالْمُضَارِبُ بِالْمَالِ،وَالْاُسْتَاذُالَّذِىْ يَتَلَقَّى الْعَمَلَ عَلَى التِّلْمِيْذِ بِالنِّصْفِ بِالضَّمَانِ وَلَايُسْتَحَقُّ بِمَاسِوَاهَااَلَاتَرىٰ اَنَّ مَنْ قَالَ لِغَيْرِهٖ تَصَرَّفْ فِي مَالِكَ عَلَى اَنَّ لِي رِبْحَهٗ لَايَجُوْزُ لِعَدَمِ هٰذِهِ الْمَعَانِي .وَاسْتِحْقَاقُ الرِّبْحِ فِي شِرْكَةِ الْوُجُوْهِ بِالضَّمَانِ عَلَى مَابَيَّنَّاهُ وَالضَّمَانُ عَلَى قَدْرِ الْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرىٰ فَكَانَ الرِّبْحُ الزَّائِدُ عَلَيْهِ رِبْحَ مَالَمْ يُضْمَنْ فَلَايَصِحُّ اِشْتِرَاطُهٗ اِلَّافِي الْمُضَارَبَةِ ،وَالْوُجُوْهُ لَيْسَتْ فِي مَعْنَاهَا بِخِلَافِ الْعِنَانِ.

نفع کا استحقاق (تین چیزوں ہوتا ہے)۱۔مال سے۔۲۔عمل سے۔۳۔ضمان سے۔مالدار اور مضارب دونوں مال کے ذریعے نفع کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔اور وہ استاذ جو شاگرد کو کام نصف (اجرت لینے کے عوض) دیتا ہے وہ ضمان کی وجہ سے نفع لیتا ہے اس کے علاوہ نفع کا استحقاق نہیں،کیا ایسا نہیں ہے اگر کوئی شخص اپنے علاوہ سے کہے ' اپنے مال میں اس شرط پر تصرف کرکہ اس

کا نفع میرے لئے ہوگا" تو اس طرح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جن اسباب سے بندہ نفع کا مستحق ہوتا ہے وہ (تینوں اسباب یہاں) مفقود ہیں۔ اور "شرکت الوجوہ" میں نفع کا استحقاق بیان کردہ اصول کی رو سے ضمان کی وجہ سے ہے اور مشتری میں بقدر ملک ضمان ہوگی اور خریدی ہوئی چیز کی مقدار سے زاید نفع لینا غیر مضمون اشیاء کا نفع ہے اور مضاربت کے علاوہ اس کی شرط غیر صحیح ہے اور شرکت وجوہ مضاربت کے معنیٰ میں نہیں بخلاف (شرکت) عنان کے۔

(بحرالرائق: ۳۰۶/۵: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَاِنْ شَرَطَا اَنَّ الْمُشْتَرٰی بَیْنَھُمَا نِصْفَانِ وَالرِّبْحُ کَذٰلِکَ یَجُوْزُ وَلَایَجُوْزُ اَنْ یَتَفَاضَلَا فِیْہِ. وَاِنْ شَرَطَا اَنْ یَکُوْنَ الْمُشْتَرٰی بَیْنَھُمَا اَثْلَاثاً فَالرِّبْحُ کَذٰلِکَ

شریکین اگر یہ شرط لگائیں "مشتریٰ" ان کے مابین نصف ونصف ہے اور نفع بھی ایسے ہوگا تو جائز ہے مگر نفع میں تفاضل جائز نہیں اور اگر شریکین نے یہ شرط لگائی کہ مشتریٰ ان کے مابین اثلاثا ہوگی تو نفع بھی ایسے ہوگا۔

(ہدایہ: ۶۱۳/۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفع میں تفاضل کب جائز ہے؟

شریکین شرکت الوجوہ کی قسم "عنان" کے تحت اگر عقد شرکت کریں تو پھر مال میں برابری کے باوجود نفع میں تفاضل جائز ہے کیونکہ "عنان" "معنیٰ" کے لحاظ سے مضاربت ہے اور شریکین میں سے ہر ایک اپنے پتی دار کے مال میں عمل کرتا ہے تو "عنان" مضاربت کے ساتھ لاحق ہوگئی۔ "عنان" کی مضاربت کے ساتھ مشابہت اور لحوق کی وجہ سے ربح میں تفاوت جائز ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلرِّبْحُ عَلٰی مَاشَرَطَا وَالْوَضِیعَۃُ عَلٰی قَدْرِ الْمَالَیْنِ"

"نفع شریکین کی طے شدہ شرط کے مطابق ہے اور نقصان بقدر مال ہوگا۔"

(بحرالرائق، ۲۹۲/۵: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّاشِرْكَةُ الْعِنَانِ فَلَايُرَاعى لَهَاشَرَائِطُ الْمُفَاوَضَةِ فَلَايُشْتَرَطُ فِيهَاأَهْلِيَّةُ الْكَفَالَةِ...وَلَاالْمُسَاوَاةِ فِي الرِّبْحِ فَيَجُوزُ مُتَفَاضِلاًوَمُتَسَاوِياًلِمَاقُلْنَا.

بہر حال ''شرکۃ العنان''!اس میں (شرکت مفاوضہ) کی شرائط کی رعایت ضروری نہیں ،اس میں کفالت کی اہلیت کی شرط ہے ،نہ نفع میں یکسانیت کی شرط ، بلکہ نفع میں تفاضل بھی جائز ہے اور تساوی بھی۔

(بدائع الصنائع :۸۲/۵؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَيَصِحُّ التَّفَاضُلُ فِي الْمَالِ لِحَاجَةِ إِلَيْهِ...وَيَصِحُّ أَنْ يَتَسَاوَيَافِي الْمَالِ وَيَتَفَاضَلَافِي الرِّبْحِ وَقَالَ الزُّفَرُ وَالشَّافِعِيُّ لَايَجُوزُ لِأَنَّ التَّفَاضُلَ فِيهِ يُؤَدِّي إِلَى رِبْحِ مَالَمْ يُضْمَنْ فَإِنَّ الْمَالَ إِذَاكَانَ نِصْفَيْنِ وَالرِّبْحُ أَثْلَاثًافَصَاحِبُ الزِّيَادَةِ يَسْتَحِقُّهَابِلَاضَمَانٍ إِذَالضَّمَانُ بِقَدْرِرَأْسِ الْمَالِ وَلِأَنَّ الشِّرْكَةَ عِنْدَهُمَافِي الرِّبْحِ لِشِرْكَةٍ فِي الْأَصْلِ وَلِهَذَايَشْتَرِطَانِ الْخَلْطَ فَصَارَرِبْحُ الْمَالِ بِمَنْزِلَةِ نَمَاءِ الْأَعْيَانِ فَيَسْتَحِقُّ بِقَدْرِالْمِلْكِ.

(شرکت عنان) میں ضرورت کی وجہ سے مال میں تفاوت اور برابری صحیح ہے اور شریکین کے لئے نفع میں کمی بیشی بھی صحیح ہے۔امام زفراورامام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں (یہ چیز) جائز نہیں۔کیونکہ تفاضل اس چیز کے نفع کی طرف مؤدی ہے جو غیر مضمون ہے۔ (شریکین کا) مال جب نصف نصف ہواور نفع تین تہائی (کیا جائے ایک شریک ایک تہائی لے اور دوسرا دو تہائی) تو دو تہائی نفع لینے والا بلاضمان نفع کا مستحق ہو رہا ہے۔حالانکہ ضمان بقدر رأس المال ہوتی ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک نفع میں شرکت اصل (مال میں) شرکت کی بدولت ہے اسی لئے وہ خلط کی شرط لگاتے ہیں تو گویا کہ مال کا نفع بمنزل اعیان کے بڑھنے کے ہے لہذا وہ بقدر ملک حقدار ہوگا۔ (ہدایہ:۲/ ۶۰۹ ،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفع کی مقدار کا تعین لازمی ہے۔

شریکین میں سے ہر ایک کے لئے نفع کی مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے،کیونکہ بیع میں ثمن اگر مجہول ہو یا اجارہ میں اجرت مجہول ہو تو عقد فاسد ہوتا ہے ایسا ہی شرکت میں ہے،اور تعین اس

لئے ضروری ہے کیونکہ شرکت میں معقود علیہ نفع ہے اور معقود علیہ کی جہالت مفسد عقد ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ "شرکت" کی جمیع انواع کو جو شرائط عام ہیں ان میں لکھتے ہیں۔

وَمِنْهَا: اَنْ يَكُوْنَ الرِّبْحُ مَعْلُوْمَ الْقَدْرِ، فَاِنْ كَانَ مَجْهُوْلاً تَفْسُدُ الشَّرِكَةُ، لِاَنَّ الرِّبْحَ هُوَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ وَجَهَالَتُهُ تُوْجِبُ فَسَادَ الْعَقْدِ، كَمَا فِي الْبَيْعِ وَالْاِجَارَةِ. وَمِنْهَا: اَنْ يَكُوْنَ الرِّبْحُ جُزْءاً شَائِعاً فِي الْجُمْلَةِ لَا مُعَيَّنًا، فَاِنْ عَيَّنَا عَشَرَةً اَوْ مِائَةً اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ كَانَتِ الشَّرِكَةُ فَاسِدَةً، لِاَنَّ الْعَقْدَ يَقْتَضِيْ تَحَقُّقَ الشَّرِكَةِ فِي الرِّبْحِ وَالتَّعْيِيْنُ يَقْطَعُ الشَّرِكَةَ لِجَوَازِ اَنْ لَا يَحْصُلَ مِنَ الرِّبْحِ اِلَّا الْقَدْرُ الْمُعَيَّنُ لِاَحَدِهِمَا فَلَا يَتَحَقَّقُ الشَّرِكَةُ فِي الرِّبْحِ.

(ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ) نفع کی مقدار معلوم ہو، اگر مجہول ہو تو شرکت فاسد ہوگی۔ کیونکہ نفع معقود علیہ ہے اور معقود علیہ کی جہالت مفسد عقد ہے۔ جیسا کہ بیع اور اجارہ میں۔ نیز (یہ بھی شرط ہے) کہ کل آمد میں نفع جزء شائع ہو، معین نہ ہو (شریکین ایک شریک کے لیے) دس یا سو درہم طے کرلیں تو شرکت فاسد ہوگی، کیونکہ عقد نفع میں تحقق شرکت کا مقتضی ہے اور تعیین قاطع شرکت ہے۔ چونکہ بعید نہیں کہ نفع کا حصول بقدر معین ہو (جو کہ ایک حصہ دار کا فقط طے شدہ حصہ بنے اور اس طرح) شرکت فی الربح غیر متحقق ہوگی۔ (بدائع الصنائع: ۵/۷۷؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شرائطِ قاطعِ شرکت مفسد "عقد" ہیں۔

"شرکت الوجوہ" میں جتنے شرکاء ہوں گے اگر ان میں سے کوئی یہ شرط لگائے "جمیع وجوہا" کے مابین منافع کی تقسیم سے قبل اتنا نفع میں اٹھالوں گا، باقی بعد میں تقسیم کیا جائے گا، تو ایسی شرط مفسد عقد شرکت ہے، خواہ تمامی شرکاء اس پر راضی ہوں۔ کیونکہ ایسی شرط قاطع شرکت ہے، شریکین کے مابین ایسی شرط کا منتفی ہونا ضروری ہے، بعید نہیں کہ نفع اتنا حاصل ہو جتنا ایک شریک اپنے لئے حصہ مختص کررہا ہے اور باقی شرکاء تہیدست رہ جائیں۔

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَا يَجُوْزُ الشَّرِكَةُ اِذَا شُرِطَ لِاَحَدِهِمَا دَرَاهِمُ مُسَمَّاةٌ مِنَ الرِّبْحِ لِاَنَّهُ شَرْطٌ يُوْجِبُ اِنْقِطَاعَ الشَّرِكَةِ فَعَسَاهُ لَا يَخْرُجُ اِلَّا الْقَدْرُ الْمُسَمّٰى لِاَحَدِهِمَا وَنَظِيْرُهُ فِي

الْمُزَارَعَۃ

جب شریکین میں سے کسی ایک کے لئے معین درہم کی نفع سے شرط لگائی جائے تو شرکت جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شرط انقطاع شرکت کی موجب ہے ممکن ہے کہ بقدر مسمی ان میں سے ایک لئے (نفع) حاصل ہو اور اس کی مثال مزارعت میں ہے۔ (ہدایہ:۲/۶۱۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفع کا مقابل مال یا عمل، ضمان ضروری ہے۔

''شرکت الوجوہ'' کی متنوع جوازی صورتوں میں شریکین کے لئے ''نفع'' کی شرح میں بھی بہت تنوع پایا جاتا ہے۔

۱۔ دونوں وجیہ برابر کے ضامن ہوتے ہیں، عمل بھی کرتے ہیں اور نفع دونوں کے مابین برابر ہوتا ہے، اس میں جواز ہے۔

۲۔ ضامن دونوں ہوتے ہیں، کام ایک کے ذمہ ہوتا ہے اور کام کرنے والے کے لئے نفع کی شرح دوسرے شریک کی بنسبت زاید طے کی جاتی ہے، کیونکہ اس کا مال بھی ہے اور عمل بھی، ایسی صورت میں کوئی کلام نہیں۔

۳۔ ایک وجیہ زاید یا مساوی رأس المال کا ضامن ہے اور کام کی شرط بھی اسی پر لگائی گئی ہے، مگر نفع اس کے لئے کم طے پایا گیا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَاِنْ شَرَطَا الْعَمَلَ عَلَىٰ أَحَدِهِمَا،فَاِنْ شَرَطَاهُ عَلَى الَّذِیْ شَرَطَالَهُ فَضْلَ الرِّبْحِ جَازَوَالرِّبْحُ بَیْنَهُمَاعَلَى الشَّرْطِ فَیَسْتَحِقُّ رِبْحَ رَأْسِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالْفَضْلَ بِعَمَلِهِ وَاِنْ شَرَطَاهُ عَلَىٰ أَقَلِّهِمَارِبْحًالَمْ یَجُزْ ،لِاَنَّ الَّذِیْ شَرَطَالَهُ الزِّیَادَةَ لَیْسَ فِی الزِّیَادَةِ مَالٌ وَلَاعَمَلٌ وَلَاضَمَانٌ.وَقَدْبَیَّنَّااَنَّ الرِّبْحَ لَایُسْتَحَقُّ اِلَّابِأَحَدِهٰذِهِ الْاَشْیَاءِ الثَّلَاثَةِ.وَاِنْ کَانَ الْمَالَانِ مُتَفَاضِلَیْنِ وَشَرَطَاالتَّسَاوِیَ فِی الرِّبْحِ فَهُوَعَلَىٰ هٰذَاالْخِلَافِ أَنَّ ذٰلِکَ جَائِزٌعِنْدَاَصْحَابِنَاالثَّلَاثَةِاِذَاشَرَطَاالْعَمَلَ عَلَیْهِمَاوَکَانَ زِیَادَةُ الرِّبْحِ لِأَحَدِهِمَاعَلَىٰ قَدْرِرَأْسِ مَالِهِ بِعَمَلِهِ وَاَنَّهُ جَائِزٌوَعَلَىٰ قَوْلِ زُفَرَلَایَجُوْزُ ،وَلَابُدَّاَنْ یَکُوْنَ قَدْرُالرِّبْحِ عَلَىٰ قَدْرِرَأْسِ الْمَالَیْنِ عِنْدَهُ وَاِنْ شَرَطَاالْعَمَلَ عَلَىٰ أَحَدِهِمَافَاِنْ شَرَطَاهُ عَلَى الَّذِیْ رَأْسُ مَالِهِ

أَقَلُّ جَازَ وَيَسْتَحِقُّ قَدْرَ رِبْحِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالْفَضْلَ بِعَمَلِهِ، وَإِنْ شَرَطَاهُ عَلَى صَاحِبِ الْأَكْثَرِ لَمْ يَجُزْ لِأَنَّ زِيَادَةَ الرِّبْحِ فِي حَقِّ صَاحِبِ الْأَقَلِّ لَا يُقَابِلُهَا مَالٌ وَلَا عَمَلٌ وَلَا ضَمَانٌ

اگرشریکین نے اُس ایک شریک پرعمل کی شرط لگائی جس کے لئے نفع زاید طے پایا گیا تھا،توایسا کرنا جائز ہے اور نفع شریکین کے درمیان حسب معاہدہ ہوگا،زاید نفع لینے والا رائس المال کا نفع مال کے عوض لے گااوراضافی (حصہ)اپنے کام کے عوض لے گا۔اگران نے کام کی شرط اس کے لئے لگائی جس کے لیئے نفع کم طے پایا تھاتوایسا کرنا جائزنہیں۔کیونکہ(کام کرنے والاانفع جب کم لے گا،حالانکہ اس کارائس المال بھی ہے اورعمل بھی توفقط رائس المال والا)جس کے لئے زاید نفع شریکین کے درمیان طے پایا گیا ہےاس کے لئے زاید نفع لینے کی صورت میں نہ مال ہے،نہ عمل ہے اورنہ ہی ضمان ہے۔حالانکہ ماقبل میں یہ ضابطہ بیان ہو چکا ہے کانفع کااستحقاق فقط ان تینوں (یعنی مال،عمل اورضمان) سے ہوتا ہے۔

علـــی هــذاالقیـــاس!شریکین کے مال متفاضل ہوں اوروہ نفع میں تساوی کی شرط لگائیں(توایسی صورت بھی) اسی اختلاف پرمبنی ہوگی،چنانچہ ایسا کرناائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے،جبکہ کام کی شرط دونوں کے لئے ہو،تورائس المال کی مقدار سے زاید نفع لینے والااپنے عمل کی بدولت لے گا(نہ کہ بلاعوض لینے والاہوگا)اوراس طرح جواز ہے۔اورامام زفررحمہ اللہ کاقول عدم جوازکاہے،ان کے نزدیک ضروری ہے کہ نفع ''رائس المالین'' کی بقدرہو۔ (رائس المال کم وبیش ہونے کی صورتوں میں)اگرایک شریک پرعمل کی شرط لگائی(تواس کی دوصورتیں متصورہونگی۔ا۔)اگرکام کی اس پرشرط لگائی جس کارائس المال کم ہےتوپھر جائز ہے کیونکہ رائس المال کے عوض نفع کاحقدارٹھہریگا اورزایدکا کام کی وجہ سے مستحق ہوگا۔اوراگرشریکین عمل کی شرط اس آدمی پرلگادی جس کامال زاید ہےتوپھرجوازنہیں،کیونکہ صاحب اقل کی حق میں نفع کی جوزیادتی ہے اس کامقابل نہ مال ہے،نہ عمل اورنہ ضمان۔ (بدائع الصنائع:۵/۸۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خسارہ بقدرِملک ہوگا۔

متعددوجوہات سے شرکاء کے رائس المال کونقصان پہنچ سکتاہے اوران کاکاروبارخسارہ میں ڈوب سکتاہے۔

۱۔ اندورنی یا بیرونی سبب سے مکمل مال ضائع ہوگیا۔مثلاً شوروم یا گودام،دکان،فیکٹری کوآگ لگ گئی،سب کچھ راکھ ہوگیا۔

۲۔ وجیہوں نے جو مال خریدا،منڈیوں میں اس کی قیمت گرگئی،شرکاء بجائے نفع کے خسارہ باہم تقسیم کرنے پرمجبور ہوگئے۔

۳۔کسی ایک شریک کی عمل سے مال تلف ہوگیا۔

غرضیکہ!نقصان کا باعث جو بھی ہو(ماسواء ایک صورت کے)اسے شرکاء پر برابر تقسیم نہیں کیا جائے گا،بلکہ جس وجیہ کا جتنے فیصد مال ہوگا،خسارہ بھی وہ اتنے فیصد اٹھائے گا،ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ ایک شریک کا کاروبار میں ایک چوتھائی حصہ ہواور نقصان اس کے کندھوں پر نصف ڈال دیا جائے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَالْوَضِيعَةُ عَلَى قَدْرِ الْمَالَيْنِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا،لِأَنَّ الْوَضِيعَةَ اسْمٌ لِجُزْءٍ هَالِكٍ مِنَ الْمَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَالِ

نقصان بقدر مال ہوگا خواہ مال برابر ہو یا کم وبیش،کیونکہ(وضیعۃ)نقصان مال سے ضائع ہونے والے حصہ کا نام ہے لہذا وہ بقدر مال مقدر ہوگا۔(بدائع الصنائع؛۸۳/۵،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اگرکسی ایک شریک کے عمل سے تمام پونجی ضائع ہوجائے تواس کی دوصورتیں ہیں۔۱۔بلاتعدی اگراس سے نقصان ہواتواس پرضمان نہیں۔۲۔اگراس کی طرف سے تعدی ہوئی تو پھراس پر چٹی ہوگی۔

شرکت فاسدہ کا حکم؟

اگرتمام شرکایاایک شریک نے''عقد شرکت''میں ایسی شرط لگائی جومفسد عقدشرکت ہے،تو پھر طے شدہ شرائط کے تحت منافع تقسیم نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی کسی وجیہ کونفع سے محروم رکھا جائے گا،بلکہ ہرایک کواس کے رائس المال کے بقدر نفع ملے گا۔

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَكُلُّ شَرِكَةٍ فَاسِدَةٍ فَالرِّبْحُ فِيهَا عَلَى قَدْرِ الْمَالِ وَيَبْطُلُ شَرْطُ التَّفَاضُلِ لِأَنَّ

الرِّبْحَ فِیهِمَا تَابِعٌ لِلْمَالِ فَیَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ كَمَا اَنَّ الرَّیْعَ تَابِعٌ لِلْبَذْرِ فِی الْمُزَارَعَةِ وَالزِّیَادَةُ اِنَّمَا تُسْتَحَقُّ بِالتَّسْمِیَةِ وَقَدْ فَسَدَتْ فَبَقِیَ الْاِسْتِحْقَاقُ عَلٰی قَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ

ہرایسی شرکت جوفاسد ہو،اس میں نفع بقدر مال ہوگا،رأس المال سے فاضل نفع جائز نہیں ہوگا ہرایک شرکت جوفاسد ہو،اس میں نفع بقدر مال ہوگا،رأس المال سے فاضل نفع جائز نہیں ہوگا۔کیونکہ نفع اس میں مال کے تابع ہے،لہذا نفع بقدر مال ہوگا جس طرح کہ پیداوار مزارعت میں تخم کے تابع ہے۔زیادتی کا استحقاق طے کرنے کے باعث ہوتا ہے اور وہ فاسد ہو چکی ہے،اب استحقاق بقدر رأس المال ہوگا(ہدیہ:۶۱۴/۲،مکتبہ رحمانیہ لاہور)۔(ہدیہ:۶۱۴/۲،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

زیرطبع نئی کتب

جناب مفتی وزیراحمد صاحب کی زیرطبع نئی کتاب انشاءاللہ جلد آرہی ہے

امورِ پیشہ وراں،عصری معاملات اوران کا شرعی حل

زیراہتمام: جامعہ ضیائے مدینہ ماہی وال جمال چھپری لیہ

ملنے کا پتہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی......مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی......جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور......جامعہ رضویہ ضیاءالعلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

مالِ مسروق کی خریداری

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال من اشتری سرقة وهو يعلم انها سرقة فقد اشترک فی عارها واثمها.(السنن الكبری للبيهقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا......جس نے یہ جانتے ہوئے چوری کا مال خریدا(کہ یہ چوری کا ہے)تو وہ اس چور کی برائی اور گناہ میں برابر کا شریک ہے۔

(چوری کے جوتوں اور چھینے گئے موبائل وغیرہ کی خرید وفروخت کا حکم خود سمجھ لیجئے)

☆ہر کرا شد مباشرت فاحش ☆ فرج بر فرج وار در باش☆